Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تنقید
eISSN:2789-6331
pISSN:2789-4169
Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

ڈاکٹر وزیر آغا کی شاعری میں اساطیری عناصر کا تجزیاتی مطالعہ

بازغہ قندیل، متعلقہ مصنف ,اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اردو گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

حرا کائنات، اسکالر ایم فل اردو گورنمنٹ کالج ویمن یونیورسٹی فیصل آباد

Bazgha Qandil,
Corresponding Author, Assistant Professor, Department of Urdu, Government College Women's University, Faisalabad
Hira Kainat,
Scholar, M.Phil. Urdu, Government College Women's University, Faisalabad

ISSN
eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

CC BY

Copyright: © 2026 by the authors. This is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license

Dr. Wazir Agha is a famous Urdu poet, writer, and thinker. His poetry beautifully mixes modern ideas, hidden meanings (symbols), and cultural thoughts. Instead of just telling old stories, he used ancient myths like legends and folk tales to explain the feelings, struggles, and social problems of people living today. In his poems, simple things like Adam, Eve, fire, trees, the sea, long journeys, and birds become powerful symbols. He placed these old stories and signs into a fresh, modern framework. By doing this, he deeply explored major life themes like what it means to exist, the passing of time, loneliness, finding oneself, and how society changes. For Dr. Wazir Agha, mythology was a creative tool. It helped him build a bridge between the past and the present, opening up exciting new doors for his readers' minds and imaginations.

Keywords: Wazir Agha, Mythology, Symbolism, Modern Poetry, Culture, Creative Consciousness, Aesthetics

اردو ادب میں جدید نظم اور جدید تنقید کی روایت کو مضبوط بنیاد فراہم کرنے والے ادیبوں میں ڈاکٹر وزیر آغا کا نام آتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف تنقید کے میدان میں نئے نظریات پیش کیے بلکہ اپنی شاعری کے ذریعے بھی انسانی نفسیات اور تہذیبی حالات کو منفرد انداز میں بیان کیا۔ ڈاکٹر وزیر آغا اردو ادب کے اہم شاعروں میں شمار ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری میں علامت، استعارہ، تمثیل، تہذیبی شعور اور اساطیری عناصر واضح طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ڈاکٹر وزیر آغا نے اساطیر کو اپنی تنقیدی سوچ اور

شاعرانہ اپج سے انہیں جدید دور کے انسان کے مسائل، تنہائی، خوف، شناخت اور فکری الجھنوں کو بیان کرنے کا ذریعہ بنایا "اردو شاعری کا مزاج" بھی اس بات کی ترجمانی کرتی ہے کہ وہ اساطیری عناصر کو نئے معنی اور جدید تناظر میں پیش کرنے کے قائل تھے۔
ڈاکٹر انور سدید کا تنقیدی قول:

"ڈاکٹر وزیر آغا نے اساطیر، مذہبی روایات اور کائناتی مظاہر کو جدید انسان کی تنہائی، خوف اور وجودی بحران کے اظہار کا ذریعہ بنایا ان کے ہاں اساطیر ماضی کا قصہ نہیں بلکہ حال کا ائینہ ہے۔"(۱)

اساطیر انسانی تہذیب کی پرانی فکری اور ثقافتی وراثت ہے۔ جدید ادب میں اساطیر کا استعمال صرف پرانی کہانیاں سنانے کے لیے نہیں بلکہ نئے خیالات کا باعث بھی بنا۔ اساطیر کا اصل مقصد انسان کے تجربات اور احساسات کو علامتی انداز میں بیان کرنا ہے۔ دنیا کی ہر تہذیب میں تقریباً ایسی کہانیاں ملتی ہیں جو انسان کی پیدائش اچھائی اور برائی کی لڑائی زندگی اور موت وقت اور کائنات کے رازوں کو سمجھانے کی کوشش کرتی ہے۔ ڈاکٹر وزیر آغا بھی اپنی شاعری میں اس انداز کو اپناتے ہیں اور اساطیری عناصر کے ذریعے جدید انسان کی ذہنی اور روحانی حالت کو بیان کرتے ہیں ڈاکٹر وزیر آغا کی شاعری میں انسان صرف ایک فرد نہیں بلکہ پوری انسانیت کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان کی نظموں میں آدم اور ہوا کی کہانی انسان کی ابتدا اور اس کی مسلسل ترقی کی علامت بن کر سامنے آتی ہے۔ حضرت آدمؑ کا جنت سے زمین پر اترنا اور شجرِ ممنوعہ کو چھونا وزیر آغا کے ہاں انسانی شعور کے ارتقا اور جستجوِ آگہی کی ایک اہم اساطیری علامت ہے۔ ان کی مشہور صوفیانہ اور فلسفیانہ نظم "نشر گاہ" اسی انسانی شعور کے سفر اور معرفت کی تلاش کی ترجمانی کرتی ہے۔

فقط اپنے ہونے کا اعلان میں نے کیا
یہ نہ سوچا کہاں سے چلا تھا کہاں آ کہ ٹھہرا(۲)

ڈاکٹر وزیر آغا کے نزدیک آدم ایسا انسان ہے جو ہمیشہ سیکھنے تلاش کرنے اور نئے تجربہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اپنی پہچان اور مقام قائم کر سکے۔ اسی طرح ان کی شاعری میں فطرت اور کائنات کے بدلتے موسموں کا گہرا اثر ہے۔ انہوں نے قدیم کہانیوں کے خیالی پرندے ققنس (فنیکس) کو اپنی شاعری کا بنیادی استعارہ بنایا جو اپنی ہی آگ میں جل کر راکھ ہوتا ہے اور دوبارہ جی اٹھتا ہے۔ ان کی نظموں "نروان" اور "آدھی صدی کے بعد" کا یہی بنیادی نقطہ ہے۔ ان کی غزل کا یہ شعر اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ کائنات ہمیشہ سے موجود ہے مسلسل حرکت اور تبدیلی کے عمل میں ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیق تحقیقی مجلہ eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

کھلی کتاب تھی پھولوں بھری زمین میری
کتاب میری تھی رنگ کتاب اس کا تھا(۳)

شاعر کو لگتا ہے کہ یہ "کتاب" یعنی زندگی اس کی اپنی ہے، لیکن اس کے اندر جو خوبصورتی اور رنگ ہیں وہ اصل میں قدرت کی دی ہوئی چیزیں ہیں۔

اسی طرح ڈاکٹر وزیر آغا کی شاعری میں آگ بھی ایک اساطیری علامت ہے۔ دنیا کی بہت سی قدیم کہانیوں میں آگ کو روشنی طاقت اور زندگی کی نشانی سمجھا جاتا ہے لیکن وزیر آغا کے نزدیک آگ انسان کی ذہنی بیداری، آگاہی اور مسلسل آگے بڑھنے کی نشانی ہے۔ اسی طرح درخت بھی ان کی شاعری میں اہم علامت کے طور پر آتا ہے۔ پرانی تہذیبوں میں درخت کو زندگی بقا اور ترقی کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ ان کی شاعری میں درخت ماضی اور حال کو آپس میں جوڑتے ہیں اور اس کی جڑیں تاریخ اور تہذیب میں گہری ہوتی ہیں جبکہ اس کی شاخیں مستقبل کی طرف بڑھتی ہیں۔

وزیر آغا نے اپنی شاعری میں مشرقی اور مغربی اساطیر کو ملا کر ایک نئی اور دلچسپ فضا پیدا کی ہے بہت سے شعرا صرف اسلامی روایت سے فائدہ اٹھاتے ہیں لیکن وزیر آغا نے ہندوستانی اور یونانی کہانیوں اور دیومالائی کرداروں کو بھی اپنی شاعری میں شامل کیا ان کی شاعری میں کرشن، شیو اور سرسوتی کے ساتھ یونانی دیوتاؤں کے اشارے ملتے ہیں ان کی نظم ایک کتھا انوکھی اس کی بہترین مثال ہے۔

سونے والے باہر آ
اور امرت رس سے بھرا ہوا مہتاب کا کاسہ
سورج کے ہاتھوں سے لے کر پی
کہ تیری آنکھ سے پھر کرنوں کا سونا چشمہ بن کر پھوٹے (۴)

جہاں پر وزیر آغا بیان کرتے ہیں کہ انسان غفلت سے نکلے روشنی اور علم حاصل کرے تاکہ اس کے اندر کی صلاحیت بیدار ہو اور وہ اپنی زندگی بہتر بنا سکے۔

قدیم اساطیر میں زمین کو ماں یا ایک ایسی دیوی مانا گیا ہے جو زندگی تخلیق کرتی ہے وزیر آغا کی نظموں میں دھرتی ماتا کا یہ روپ بہت واضح ہے وہ زمین کو ایک زندہ وجود کے طور پر دیکھتے ہیں جو انسان کو اپنے دامن میں پناہ دیتی ہے اور اس کی روح کو سیراب

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ 01

کرتی ہے۔ ان کی طویل نظمیں جیسے "آدھی صدی کے بعد" اور ایک کتھا انوکھی میں یہ رنگ نمایاں ہے اسی طرح سورج کو کائناتی توانائی کے اساطیری صورت میں دیکھتے ہیں ان کی نظم جب آنکھ کھلی میری میں سورج کا روپ ایک اساطیری جنگجو کی طرح ابھرتا ہے جو اندھیرے کی قید کو توڑتا ہے۔

اس کے علاوہ اپنی ایک اور نظم میں وہ سورج غیرت (جیسے انسانی جذبات) اور کائنات کی چیزوں کو اس طرح پیش کرتے جیسے وہ پرانے زمانے کی کہانیوں کے زندہ کردار ہوں۔

مجھے سورج کے رتھ سے آتشیں تیروں کا آنا
اور چھاگل سے ہمک کر آب کا گرنا
کسی بچے کا رونا اور پانی مانگنا بھولا نہیں تھا(۵)

وزیر آغا کہتے ہیں کہ مجھے اپنے ماضی کے وہ مناظر آج بھی یاد ہیں جو میں نے بچپن میں دیکھے تھے۔ سورج کی تیز شعاعیں، مشکیزے (چھاگل) سے پانی کا بہنا، اور پیاس سے روتے ہوئے بچے کا پانی مانگنا سب یاد ہے۔ یہ عام سے دکھائی دینے والے مناظر میرے ذہن پر اتنا گہرا اثر چھوڑ گئے کہ وقت گزرنے کے باوجود ان کی یاد میرے دل و دماغ میں تازہ ہے۔ ان یادوں سے میری حساس طبیعت اور زندگی کے معمولی واقعات پر گہری نظر رکھنے کی عادت ظاہر ہوتی ہے۔

وزیر آغا کی شاعری میں سمندر کا تصور بھی بہت اہم ہے۔ پرانی کہانیوں میں سمندر راز، گہرائی اور انسان کے چھپے ہوئے خیالات کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ وزیر آغا سمندر کو انسان کے اندرونی احساسات اور تخلیقی صلاحیتوں کی نشانی کے طور پر استعمال کرتے ہیں ان کے مطابق ہر انسان کے اندر ایک وسیع سمندر ہوتا ہے جس میں بے شمار خیالات خواب اور امکانات ظاہر ہوتے ہیں۔ اس تصور کی جھلک ان کے درج ذیل اشعار میں نمایاں ہے:

سمندر اگر میرے اندر آگرے
تو میری بے کراں وسعتوں میں
وقت کے سارے جزیرے غرق ہو جائیں(۶)

سفر بھی ان کی شاعری کا ایک نمایاں اساطیری استعارہ ہے۔ دنیا کی اکثر اساطیری کہانیوں میں ہیرو ایک طویل سفر کرتا ہے اور مختلف آزمائشوں سے گزر کر نئی حقیقت تک پہنچتا ہے۔ وزیر آغا کے نزدیک سفر صرف ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا نہیں بلکہ

اپنے آپ کو سمجھنے سوچ میں ترقی کرنے اور روحانی جستجو کی علامت ہے۔ اس تصور کی عکاسی ان کی نظم "چٹکی بھر روشنی" میں بھی ملتی ہے، جہاں شاعر کہتا ہے:

اور اب یہ حال ہے میرا
کہ میں ایک پر کٹے طائر کی صورت
شفاخانے کی ممتا سے بری جھولی کے اندر سر نگوں ہوں
مگر میں ایک چٹکی روشنی تو لے ہی آیا ہوں(۷)

وزیر آغا کی شاعری میں پرندہ ایک اہم علامت ہے۔ مختلف تہذیبوں میں پرندے کو آزادی، امید اور بلند پروازی کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ وزیر آغا بھی پرندے کی علامت کے ذریعے انسان کے خوابوں، آرزوؤں اور ترقی کی خواہش کو بیان کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک پرندہ اس جذبے کی نمائندگی کرتا ہے جو انسان کو مشکلات اور پابندیوں سے نکل کر نئی راہیں تلاش کرنے اور بہتر مستقبل کی طرف بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے۔ یوں پرندہ ان کی شاعری میں آزادی، جستجو اور تخلیقی قوت کی علامت بن جاتا ہے۔

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید eISSN:2789-6331 pISSN:2789-4169 Published: 30-06-2026

Volume 07, Issue 01 جلد07، شمارہ01

حوالہ جات

1۔ انور سدید، ڈاکٹر، وزیر آغا: ایک مطالعہ، کراچی: مکتبۂ اسلوب، 1983ء

2۔ ایضاً، ص142

3۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، چہک اٹھی لفظوں کی چھاگل، لاہور: کتب نما پبلشرز، 1998ء، ردیف الف

4۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، اک کتھا انوکھی (طویل نظم)، لاہور: مکتبہ فکر و خیال، ۱۹۹۰ء، ص:۱۵

5۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، ہوا کہتی رہی آؤ، نظم، کتاب: 1971 کی منتخب شاعری، مرتبین: کمار پاشی، پریم گوپال متل، نئ دہلی: P.K. Publishers، 1972ء، ص16

6۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، سمندر اگر میرے اندر آ گرے، نظم: مجموعہ کلام: نردبان، ناشر نصرت انور، 1979ء، ص53

7۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، چٹکی بھر روشنی، نظم، تسطیر (Tasteer)، شمارہ نمبر10، 9جولائی / اگست 1999ء، ص256